انجانب

کیا چشم منتقول سے رکھیں مغلساں امید
دریا نے تو بھرے نہیں کاسے حباب کے

ہندوستانی پہلے پیر پرست مانے جاتے تھے مگر اب امیر پرست دیکھے جاتے ہیں۔ خدا انجانب کو بھی امیر کو دے مگر فقیر کو کچھ دینے کے بجائے دھکے دیا کریں۔ گھر کے باہر دربان بٹھا دیں اور اندر رکھا کر آئے گئے۔ فقیر طالع کو اول تو باہر ہی دھتکارا جاتا ہے۔ جو نہ جانے تو اندر والا بھی بانگ کاٹ لے۔ حضرت انجانب کو یہ احساس کیوں ہوتا۔ اس لئے کہ ان خوش نصیبوں کو ہر ایک بد نصیب بلا فرد و جبل۔ دماغی۔ جسمی۔ زبانی فائدہ ہی فائدہ پہونچاتا رہتا ہے۔ جہاں پہنچے جاتے ہیں وہاں کے لوگ مان باپ سے بھی زیادہ اچھے آؤ بھگت۔ تواضع مدارات۔ ادب۔ تعظیم کرتے ہیں۔ حضور۔ جان نثار سے خطاب۔ برائی کہلانے سے بھی منہ نہیں موڑتے۔ خواہ کیسا ہی نقصان یا بے عزتی ہمسایہ ہو۔ گر انگریز سے ہیں اور اف نہیں کرتے۔ اور تو اور ہندو بھی ہر ایک کو اسامی بنانے میں ید طولیٰ رکھتی ہیں۔ ان کی اسامی بنجانی ہیں۔ سامنے آتے ہی سر وقد تعظیم و فرشی سلام کے بعد الایچی دان پان۔ خمیرہ۔ سونف چھوران۔ مرغن کھانے ودوا کیات پیش کرنے کے علاوہ امید موہوم پر بیدل بھی بچھے جاتے ہیں۔ اور وہ ہیں کہ کام ہوتے ہی الجبول تھے جو سی یار کس کے دم لگایا اور نکلے ناک پر تکار لئے انجیر چل کھڑے ہوئے۔ کس کی مجال کہ کوئی مزاحم ہو سکے۔ امیر یوں ہی سبز فلاش ہی کو خود وہ بچہ کے تماش بنانے سے درگذر نہیں کرتے۔ غریب ہمیشہ پامال رہا ہے اور رہے گا۔ یہ لنگ کر بعد مرگ بھی پامال ہی ہوتا رہتا ہے۔ کہ لوگ امیر کی قبر پر فاتحہ پڑھیں۔ تو غریب فقیر کی ٹوٹی پھوٹی قبر کو پامال کریں۔ بلکہ اسکے نشیب کو دیکھنا بھی دریں سکے لیں۔ پہ سچ ہے کہ سو غریبوں سے ایک امیر بنتا ہے۔ غریب برباد ہوتے ہیں۔ امیر آباد ہوتا ہے۔ سنا نہیں کہ سے

گھر بر باد ہوا کعبہ تب آباد ہوا

غریب ہر جگہ لٹتا ہے۔ مشہور ہے کہ بیچاری بھیڑ ہی ہر جگہ جا جاتی ہے ستائی جاتی ہے۔ آخر کار ذبح ہو جاتی ہے۔ بعضی ہزار میں گھیدیں۔ لاکھیں میں کھیدیں۔ غریب بڑے سے بڑے۔ بلکہ بہت ہی برے۔ خدا کسی کو غریب نہ کرے۔ غریب کی جورو۔ سب کی بھابی۔ غریب دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ دگر بار میں عزت نہ دربار میں۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ یا الصمد۔

تھا مجھ میں تو وصف تھے ملکوتی صفات کے
انساں بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

اور پھر بنایا بھی تو غریب انسان۔ کہ کوئی خطابی حرف تک دینے کا روادار نہیں۔ نہ دولت۔ نہ ثروت۔ حشمت تو در کنار۔

چونکہ حوادث زمانہ سے خوگر ہونے کے لئے آنکھیں ہی نہیں پتھرا گئیں اور دل ہی پتھر کا نہیں ہوا بلکہ انجانب ہمہ تن پتھر ہو گئے۔ اس پتھر پن پر یہ سوجھی کہ کوئی غزل قافیہ پتھر لے۔ لہذا انجانب فرہادی کوہکن تیشہ خلادی ہاتھ میں لے کر ایک قطعہ سنگلاخ زمین میں پتھر کا ایک پورس غزل گھڑ ڈالی اور ایسی گھڑی کہ بقول بناہمیں کی لڑکی سنگ دل نے بھی کلمہ توحید کو بے لوح دل پر نقش کا لحجر کر لیا۔ پیش ہے۔ ملاحظہ ہو۔

پتھریلی غزل

بنا ہے حسن مسلح گرچہ بے پیر پتھر کا ۔ ہے ہر کوڑا میری ذبح پر تکبیر پتھر کا
بتان سنگدل کی ہے خوشی نگاہیں کشتہ ہو ۔ بنا ہے فرش گور سو شہیر پتھر کا
ہمارے دل کو بنایا ہے سخت سست بگڑ گیا ہے کام باتوں سے ۔ وہ تقریر پتھر کا
بت سنگیں من کے دلکو ہم باتوں میں کھینچیں ۔ کھودنا ہاتھ آیا بھی تو تقدیر پتھر کا
ذرا شوخی چلی جل بھی مزار تک جو پہرہ دی ہے ۔ کہ بیٹھا ہے اپنا دل بت بے پیر پتھر کا
جگہ اب ہو گئی اس سنگدل کی ۔ دشمن کی کیا بنا ہو ظالم نے مکان تعمیر پتھر کا
ستم کی انتہا کچھ ہے نہ کچھ بیداد کی حد ہے ۔ ہمیں تو جانتا ہے وہ بت بے پیر پتھر کا
تعجب کیا کہ دل پر کچھ اثر تیرے نہیں ہوتا ۔ جگر چھلنی ہے تیرے ناوک شمشیر پتھر کا
وہ رعب حسن تیرا ہے کہ ہم جیسے کہ کھینچیں بنا بیٹھا ہے حیرت سے نرادیکر پتھر کا
جنوں میں اب مری وحشت بھی نا امید ہو گئی کہ اسکا دل ہے پتھر کا نہ وہ ہے پیر پتھر کا
خدا جانے کہ جس کی صورت آسمیں بھی میرے نہ دہ دلبر ہے پتھر کا نہ یہ دلگیر پتھر

ذبح جنت کا دیوانہ پن کیا جرم اطفال ہے
تماشا بنا رہتا ہے جو بے تقصیر خنجر کا

کم بولنا اولی ہے ہر چند پر ندا اثنا
بندہ جائے چشم عاشق تو بھی دیکھو

حضرت تسلیم مزاج شریف۔ آپ اہل و عیال سمیت مع الخیر ہوں گے اور اب جاڑے کا کہنا اور بڑے دن کی آمد کا نیا میوا کھانے کے بل بشل ہو سے سنڈے۔ گویا الغرض خواہ مخواہ مرد آدمی بنے پھرتے یہ تو فرمائیے خدا نخواستہ کہیں ایسا ہو تو یا ذہنیں چڑھا کے کام کرنے سے بھی اپاہج ہو گئے۔ ایجانب دیکھ رہے ہیں کہ خواہ مخواہ گرمی ہو یا جاڑا۔ چہری بند بھائی سینکڑوں ہزاروں جانداروں کی کھال کھینچ کھینچ کے بازاروں کی دوکانوں پر لٹا تا دیو بچالے رہتے ہیں۔ کیا ظلم قصائی اب اس بوتے کے بھی نہیں رہے۔ کہ ایک آدھ بکرا یا رہ پڑیں گھسیٹ کے بیچ دیں۔ ہم ان آزاد منشوں کو بھی مخاطب کرتے ہیں جو اپنے آپ کو آزاد کہتے ہیں اور جبرت دیتے ہیں۔ آزادو ذرا دادو گی کو بالائے طاق رکھ کے صرف مضمون ہی کو اپنی دھر پکڑ سے آزاد کر لے رہیں۔ کیونکہ شاعر

جانور جو ترے صدقہ میں رہا ہوتا ہے
اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی بپا ہوتا ہے

رند تیغ الجبیر

یاران ہم قالب

ساونی

بیندے کے ہوئی آج گھڑی ساون کی ؛ دیکھو وہ چلی گھٹا تو سے گھڑی ساون کی کالی کالی چلی آتی ہے گھٹا ساون کی ؛ کوئی دم جاتا ہے لگتی ہے جھڑی ساون کی دم گھٹا جاتا ہے جس وقت ہوا رکتی ہے ؛ کچھ عجب طرح کی گرمی ہے گھڑی ساون کی ہر خدا ہر خوشی تو دو دن ؛ راگنی چھیڑ دو ذرا کوئی بڑی ساون کی دن گزرتے ہیں بیادوں کیطرح ساون کے ؛ رات کٹتی ہے خدا میں گرمی جاڑے کی ظلمت ابر جو ساون کی چمن میں چھائی ؛ کچھ کھل کھل کے بنے پھر جھڑی ساون کی جھرنا شروع حسینوں کا غضب ڈھاتا ہے ؛ ہو تماشائی یہ جھڑی ساون کی

سینہ پہ جس وقت برستا ہو جھما جھم مینہ ؛ کیسی دلکش ہے وہ پر لطف گھڑی ساون کی
دل جو بھر آتا ہے فرقت میں کسی کی بسمل
بندہ دکھتی ہے مری آنکھوں سے جھڑی ساون کی

غزل بے بدل

کثرت کر عمر کی دمی تمنا دل سے نکلے گی ؛ یہ وہ جو ہے جیتے جی زیر زمین نکلے گی
طلب کرتے ہو جب تمام غالب تو دیکھو ذلت اسکی پھر کر داد فضل سے نکلے گی
شانہ چلتے ہیں حسرت میں یہ بانی محبت ہوس کو کچھ تمہاری عیش نا قابل نکلے گی
بہت پچھتاتے ہیں ہم کہ پابند علائق ہم پڑی ہو ایسی بیڑی پا ؛ نہیں مشکل سے نکلے گی
نہیں تہذیب کی کرشمش جانا آیہ ؛ نہ شایستہ عبارت خاطر جاہل سے نکلے گی
نہ چلا استدراسے قیس لیلے کا ٹھکانا بھی ؛ دیوانی ہو کر پردہ محمل سے نکلے گی
وہ دلکو دابے بیٹھے ہیں ہم انکو ؛ بے چین بیٹھے ہیں تاکے اور ہوس الفت کا دل سے نکلے گی
ہمیں وہ قتل کرکے دیکھتے ہیں قتل ہوتے ؛ اہل مزار کے سینہ کا خود قاتل سے نکلے گی
پسند آتا نہیں ان کو لباس اب ؛ بند ہوتی ہے کرشمہ اور بیکون حسرت دل سے نکلے گی
نئے رخسار جنے پر جو مائل ہوئے پڑتے ؛ نکالا کرشمہ کسا بنی تری محفل سے نکلے گی
کسی دن ؛ دیر حرم صیاد نکلے گا تو ہم جائینگے ؛ ابھی تو کیسے ہو تیری ہوس مشکل سے نکلے گی
سنئیے جب جانک حال مرگ حضرت واعظ ؛ دعا حضرت بسم مشکل سے نکلے گی
وہاں کی راہ و رندانہ عادت پر چھپ گئی ہے ؛ چاندنی بھی یہاں اگر جس سے مشکل سے نکلے گی
بہت پچھتانے سے ہیں یہ شب کو دیکھنے ؛ منظور ہیں حسینوں کے دل سے نکلے گی

غزل کیا اسے بحل کہتے ہو رنگ فراقت میں
دمیں یہ وہ ہے کوئی ہیت بھی مشکل سے نکلے گی

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

بیشتر ذاتی بھی وہی سا ہوئے ختی۔ سب رفتار طرز جدا۔ خسرو ملک شیرین ذکر و غیرت محفل نیاز مکس مثنوی مولانا تیغ الجبیر جا بجا اور ابھی آپ کی طبیعت بھی بال کی ہوس پرست ہے جب بھی نکلے۔ خدا رکھے سنے بند بھیلائے رہتے ہیں۔ تو بتائیے کہ شعر الجبیل الاکبر ہو وہی ایسا کہ جس کی انتہا کا پتہ۔ ہم بزرگوار مراقبہ سے بھی نکلے جب سے اجل

مطلق ہے کہ تنقید دماغ و شکر ادا کیجئے۔ کثرت افکار سے کہیں گیند کی طرح لڑھکتے ہوئے عدم آباد کی بستی کی جانب چل دین کا صیغہ حاضر دیتے ہوئے خوش آپ بھی پانچوں سواروں میں دم بھرنے لگے۔ الحمد سے آپ کی طراری زبان ہے کہ اسپیشل ٹرین ہوا سے گفتگو کرتی ہے۔ بندہ خدا بہتر یہی ہے کہ اصطبل میں بندھے رہو۔ رشتۂ تقلید سے آپ نے آزادی کے میدان میں قدم مارنے شروع کئے۔ اور دیواں سے اقدام کسیدان کی ٹھیرائی۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کے دم مارنا کہاں کا شیوہ تہذیب ہے۔ خاموش رہو۔ خاک ہند کے بسنے ہوئے کتنے بس فخر کیا جاوے ان باتوں کو جو آزادی عام سے یارانہ گانٹھتے ہیں ہے اس کا ہرزہ درا ان کو بھی دقیانوسی بیگم سے حاصل نہیں ہو سکتا سبب یہ ہے کہ آزادی کا صدقہ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر اسلامی ہمدردی کا لباس اتار کے بے حیائی کی پتلون چڑھا کے ایک قومی اور مذہبی انجمن سے مفت کا جھگڑا شروع کر لیتے ہیں اور اپنے سر سے تشنیع کا بار اتارنے کے لئے عام طور پر شہرت کا بھرم رکھ بیٹھتے ہیں۔ کہ ہماری باتیں ذاتی اغراض اور نفسانی معارضات سے بالکل مبرا ہیں۔ محض قومی ہمدردی نے ہماری گردن دبائی ہے۔ کہ ہم ایسے نفس انگیز کے زبان قلم سے نکلتے ہیں۔ لیکن ان جو فروش گندم نما ایجیٹیشن کی یہ باتیں محض دھوکہ بازی کا چولا پہنے ہوئے اپنے ان بخارات کو جو خانۂ دل میں بھڑک رہے ہیں الفاظ کے قالب میں ڈھال کر غیروں کی نگاہوں میں قومی انجمن کو بدنام کرنا منظور ہے اور سے بھی یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے اور کیسی انجمن۔ کیسی انجمن انڈیا کے تھکتے ہی نہیں کہ محض ناموں کا ڈھول پیٹنے کے لئے چند یاروں نے ایک مجلس کھڑی کی اور مدعا آوارگون کی ہوا کھا رہا ہے۔ کیا آپ بھی گرگ کہن سال ہیں۔ جو قومی ہمدردی بننے کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کی حقوق تلفی پر تلے بیٹھے ہیں۔ خاموشی جائے ادب ہے۔ عیاں را چہ بیان۔ ایک نہیں صدہا کارنامے ایسے ہیں جو فلک عالم پر ابد تک ان درخشندہ سے بڑھ کر چمکتے رہیں گے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب آپ کی آنکھوں پر چربی چھائی ہوئی ہے جو سکے کارہائے نمایاں کی روشنی آپ کے ذلیل جسم آنکھوں تک نہیں پہنچی۔ کیسی روشنی اور کیسی انجمن کیا عالم ملکوت میں فرشتوں نے قومی انجمن قایم کر رکھی ہے

جسکی تعریف میں آپ جبل ہزار داستان بنے ہوئے ہیں ہسٹر یا بدولت علیہ الرحمۃ والغفران مراقبہ سے اسکی سیر کریں گے۔ ومن شک فی ہذا امر فقد ضل۔ اس مبارک اور قومی انجمن کے بانی ایسے صاحب کرام تھے جو عادات ملائکہ سے آراستہ دفرین رہا کرتے تھے۔ سنئے بگوش ہوش با ادب انجمن حمایت اسلام عرصہ دراز سے مسلمانوں کی دینی و دنیوی خدمت کر رہی ہے۔ اور جسکی طرز تعلیم کو دیکھ کر الدین والدنیا توامان کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ کیا بلحاظ قومی و بحیثیت علمی یہ انجمن ہر طرح قابل قدر ہے اور آجتک جس کا انتظام متوکل ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ اسکی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر انجمن کے بعض ارکین نے چند سالوں سے التفریق والفرق کے اوراق الٹنے شروع کئے ہیں ایک خاص موسم انکی مخالفت کا ہوتا ہے۔ کبھی تو کسی پرنسپل کے تقرر پر جھگڑا برپا ہوتا ہے اور کبھی فنانشل کمیٹی کے کسی فیصلہ پر آستینیں چڑھائی جاتی ہیں۔ اگر یہ معاملہ صرف اسلامیہ کالج کی چار دیواری تک محدود رہے تو چنداں خرابی کی بات نہیں۔ لیکن مخالف پارٹی بعض پست اخباروں میں مضامین لکھ کر دور افتادہ مسلمانوں کو جنہیں اصلی کوائف سے واقفیت نہیں ہے۔ انجمن کی جانب سے بدظن بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نصرت الہی کو اس اسلامی کی تباہی منظور نہیں ہے۔ اور مدد غیبی آخر کار مخالف پارٹی کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے کیوں نہ ہو جس انجمن کے بنیاد توکل۔ اور جس کا معاملہ قدرت ایزدی کی عنایات سے وابستہ ہے اسکی ترقی جس قدر ہو بجا ہے۔ تائید حق اس کے شامل حال رہتی ہے چنانچہ حضور والا جناب کو اڈیٹر سلطان الاخبار کے خاتمۂ الفصاف رقم کے لکھے ہوئے جملوں سے انتہائی مسرت ہوئی ہے کہ ریاست بہاولپور نے انجمن ہذا کو رقم گرانٹ دی ہے۔ اور ریاست مذکور کو عرصے سے انجمن سے دلبستگی ہے۔ مرحوم و مغفور نواب صاحب انجمن کی باتوں سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں نواب مرحوم نے اپنی شرکت سے رونق جلسہ بڑھا دی تھی۔ بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ انجمن کو پنجاب یونیورسٹی کے قوانین کے مطابق مستقل سرمایہ کے لئے بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ ریاست بہاولپور کی امدادی رقم امداد غیبی سے مشابہ ہے۔ حاجی عبدالرحیم صاحب صدر کونسل کی ہمدردی اسلام ایسی ہے کہ دیگر مدعیان قوم ریفارم

قلب دل سے اسکی تقلید کریں اور اسکے اتباع کا قلادہ اپنے گلے میں پہن لیں اپنی اپنی کوششوں سے کونسل سے ۵۰ ہزار روپے کی منظوری حاصل کی یہ رقم خاص ریاست نے خزانہ عامرہ سے دی ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اپنی ہمدردی کا جوش صرف یہیں تک نہیں روک دیا۔ بلکہ ریاست کے کاشتکار اور اہل ذرائع لوگوں سے بھی ۲۵ ہزار روپیہ کی رقم کو فراہم کر دیا ہے۔ ایسی فیاضی اور ہمدردی ماشاءاللہ چشم بددور انہیں باتوں کو دیکھ کر اور سنکر برکی وغیرہ کی فیاضیاں یاد آجاتی ہیں۔ سنا ہے کہ ریاست نے سالانہ چندہ کی رقم میں بھی علاوہ اس رقم موجودہ کے جو ہر سال ریاست کی جانب سے انجمن کو ملا کرتی ہے۔ معقول اضافہ کیا ہے۔ حمایت اسلام کے ارکین اور کارکنان انجمن کو چاہیئے کہ ایسی محسنہ اور فیاض ریاست کا شکریہ معقول پیرایہ میں ادا کرکے لئن شکرتم کا غلغلہ چار دانگ عالم میں مچا دیں کہاں ہے وہ فرقہ جسکے دماغ میں مخالفت کے کیڑے اودھم مچا رہے ہیں اور خانہ دماغ میں جنگی جھلاہٹ انہیں ہر وقت بے چین بنائے ہوئے رہتی ہے اس امداد غیبی سے سبق حاصل کریں۔ اپنی ناموری اور ذاتی اغراض کے لئے۔ یا صرف ذراسی بات پر کہ کمیٹی نے ہماری نیابت کو منظوری کا سارٹیفکٹ کیوں نہیں دیا بجز ذکر بذریعہ پیسہ پرست اخبارون کے دہرا دگنا کہاں تک اسلامی اور قومی ہمدردی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ ایسی باتوں سے آزادی کا دم بھرنے والے منہ کی کھاتے ہیں۔ سال گزشتہ میں فریقین میں باہم معانقہ و مصافحہ ہوگیا تھا۔ لیکن عام طور پر یہ بات ظاہر نہ تھی کہ خاص موسم پر مہذب فرقہ پر ہند سے بھاد کر مخالفت کی صدائے بے ہنگام کرنے پر آمادہ ہو جائیگا ان کی ایسی باتوں سے بفضلہ تعالے اس قومی انجمن پر کوئی برا اثر نہیں پڑسکتا۔ اصلاح کی آڑ میں انجمن کو قومی دائرہ سے نکال کر خاص اپنے تصرف میں لانے کی کوشش فضول اور بیسود دہریوں کی آلودگی سے بھری ہوئی ہے۔ سچائی کا آفتاب مخالفت کے بادلوں کو اڑا کر چمکتا ہے اور اسکی نورانی کرنوں کے بالمقابل ایسے لوگوں کی کوئی ہستی نہیں ہے

ساقیا۔ تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازراں بر سنگ

(ب۔ ے۔ ب)

اور بس

عذر گناہ بدتر از گناہ

یہ مثل تو عرصہ دراز سے چلی آتی ہے۔ مگر اس کا صحیح مفہوم کسی نے اب ظاہر کیا۔ سینکڑوں برس بعد اس مثل کی تصدیق ہوئی اور یہ ظاہر ہوا کہ یہ مثل گزشتہ دنوں کمپنی بمبئی کے ایک گھڑی چور ملازم سے ٹھیک ہوگئی تھی۔ اس نے ایک گناہ کو چھپانے کے لئے ایسی کارروائی کی جو عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق تھی چنانچہ اسے کمپنی کے منیجر نے ۱۰۰ روپیہ کا بل وصولیت کے لئے دیا اس نے وصول کیا۔ مگر اس رقم میں سے ڈھائی روپیہ کسی مجبوری کی وجہ سے اٹھ گئے۔ اب اسے یہ فکر ہوئی کہ اسکی بھرتی کیسے بھرے اور اس گناہ پر پردہ کیسے ڈالے اس نے یہ تجویز کی کہ میاں کی جوتی میاں کا ہی سر والا حساب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ کمپنی میں گیا اور دو گھڑیاں جن میں ایک طلائی تھی اور ایک نقرئی نقرئی گھڑی اسی وقت کمپنی کے ایک ملازم کے ہاتھ فروخت کر ڈالی تاکہ کمی پوری کرکے بل کی رقم کمپنی میں داخل کر دے۔ مگر بدقسمتی سے سارے کرتوت کا اسی وقت بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور وہ پولیس کی تحویل میں دیدیا گیا۔ عدالت میں ملزم نے دونوں جرموں سے اقبال کیا۔ مگر جرم ثانی کو جرم اول کا پردہ قرار دیا۔

صاحب مجسٹریٹ نے کچھ دلچسپی اور عذر گناہ بدتر از گناہ دیکھ کے جرم اول میں تو صرف ایک ہفتہ اور جرم ثانی میں دو ماہ قید سخت کی سزا دے ڈالی۔ مجسٹریٹ صاحب نے جو جرم اول کو چھپانے کرنے کے لئے جرم ثانی کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ بلحاظ گناہ کی سنیت کا خوب خیال رکھا۔ کہ دو ہفتے کی سزا دیدی۔ اور ثابت کر دیا کہ واقعی عذر گناہ۔ گناہ سے زیادہ سنگین ہے ہ

(بمبئی)

مسئلہ حل طلب

وہ کونسا سہ حرفی لفظ ہے کہ کبھی دنیا اس میں ہے۔ اور کبھی وہ دنیا میں ہے۔ کبھی اہل دنیا اس کے اختیار میں ہیں۔ اور کبھی وہ اہل دنیا کے اختیار میں ہے۔ جب اس کے اول و آخر یا آخر اور اول حرف کٹا ہوں۔ تو ایک ایک عضو کا نام ہو جاتا ہے ہ

راقم حضرت ظریف العصر